پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت میں اسلامی تمدن کی تاسیس

رہبر انقلاب، آیت اللہ العظمی خامنہ ای (مدّظلّہ) کی نگاہ سے

The Foundation of Islamic Civilization in the Holy Prophet's Biography

From the Viewpoint of the Leader of Revolution Grand Ayatollah Khamenei

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Muhammad Hussain Maqeesah
(Lecturer & Researcher of Cultural & Literal Departments; Tehran, Iran).
E-mail: dr.mhm1344@gmail.com

Translation: Mohaddisah Zainab
(B.S. Education, IIU, Islamabad).
E-mail: bintenadir.zainab14@gmail.com

Abstract:
The leader of the Islamic Revolution, Hazrat Ayatollah Grand Ayatollah Seyyed Ali Khamenei, has a deep and researched view of the existence of Prophet Muhammad, peace be upon him. As a religious scholar, in your eight decades of life, you have always highlighted the religious beliefs of Imam Huda (peace be upon him) and the Islamic leaders and predecessors and their lives and have given the best interpretation of it and this with almost satisfaction. It can be said that he has presented the most perfect statements and letters regarding the life history of the Holy Prophet, his commands and the analysis of his character.
Also, this work of the leader of the revolution includes all the stages of the life of the Holy Prophet (peace be upon him) from his birth to his death.

However, the meaning that the Leader has expressed in speeches, sometimes in his letters and in general, in his statement of position very carefully and often and with great skill and beauty, are three main points: namely, the beloved Prophet. Islam is the establishment of Islamic civilization on the basis of monotheism and ethics by Prophet Muhammad.
Monotheism; means to incline the thought of all men to an incorporeal being; In fact, mankind has to orient towards a single Origin from which everything in the universe is and to which it returns and which is beyond all powers. Ethics give direction to human character and according to them superior qualities like tolerance, patience, love, selflessness, sustainability etc., noble habits and human values are developed.
When monotheism and morality are adapted to the color of society and gathering, then the result is the formation of Islamic civilization. Because Muslims can keep monotheism and morals alive and promulgate it only by having a government system. In this paper, an attempt has been made to examine from the point of view of the leader of the Islamic Revolution, how the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) promoted monotheism and morals in his life and career, and as a result, the stain of Islamic civilization.

Key Words: Monotheism, Qur'an, Biography of the Holy Prophet, Prophetic Ethics, Islamic Society, Islamic Civilization.

خلاصہ

حضرت محمد ﷺ کے بابرکت اور دل آویز وجود پر رہبرِ انقلاب اسلامی، حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کی نگاہ، تامل اور تحقیق کی نگاہ شمار ہوتی ہے اور آپ ﷺ کے بارے میں رہبر انقلاب کا تجزیہ و تحلیل انتہائی گہرا اور ہمہ گیر ہے۔ آپ نے اپنی آٹھ دہائیوں پر مشتمل زندگی میں ہمیشہ ایک عالم دین ہونے کے ناطے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام اور اسلامی پیشواؤں اور اسلاف کے دینی عقائد اور ان کی سیرت کو اجاگر فرمایا اور اس کی بہترین تشریح بیان

کی ہے اور یہ بات تقریبا اطمینان کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی تاریخِ زندگانی، آپ ﷺ کے فرامین اور آپ ﷺ کے کردار کے تجزیہ و تحلیل کے حوالے سے کامل ترین بیانات اور مکتوبات پیش کیے ہیں۔ نیز یہ کہ رہبرِ انقلاب کا یہ کام آنحضرت ﷺ کی ولادت سے وفات تک کی زندگی کے تمام مراحل پر مشتمل ہے۔

البتہ جس بات کو رہبر نے تقریروں میں، بعض اوقات اپنی تحریروں میں اور کلی طور پر اپنے مؤقف کے بیان میں بہت باریک بینی کے ساتھ بہت کثرت سے اور بڑی مہارت وخوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ تین اہم نکات ہیں: یعنی پیغمبر گرامی اسلام حضرت محمد ﷺ کے ہاتھوں توحید پرستی و اخلاق محوری اور اسلامی سماج اور تمدن کی تاسیس۔

توحید پرستی؛ یعنی تمام انسانوں کی سوچ کو ایک لاشریک ہستی کی طرف مائل کرنا؛ توحید در حقیقت، بنی نوعِ بشر کو ایک ایسے واحد مبداء Origin کی طرف مائل کرنا ہے کہ کائنات کی ہر چیز جس سے ہے اور جس کی طرف لوٹتی ہے اور یہ ہستی تمام طاقتوں سے بالا ترہے۔ اخلاق محوری میں انسانی کردار کو جہت Direction ملتی ہے یعنی انسان کو انسانی اقدار اور نیک اخلاق سے لگاو ہو جاتا ہے اور وہ بُردباری، صبر، محبت، ایثار، پائیداری وغیرہ سابقہ دو اقدامات کی تکمیل اسلامی سماج اور تمدن کی تشکیل پر ہوتی ہے۔ [کیونکہ] مسلمان فقط ایک حکومتی نظام کے ہوتے ہوئے ہی توحید پرستی اور اخلاقی راہ ورسم کو زندہ رکھ سکتے اور اس کا اجراء کر سکتے ہیں۔ اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی انقلاب کے رہبر کے زاویہ نگاہ سے یہ جائزہ لیا جائے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی زندگی اور سیرت میں کس طرح توحید اور اخلاقیات کی ترویج کی اور اُس کے نتیجے میں اسلامی تمدن کی داغ بیل ڈالی۔

کلیدی کلمات: توحید، قرآن، پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت، نبوی اخلاق، اسلامی سماج، اسلامی تمدن۔

تعارف

توحید کی طرف دعوت کا مطلب، انسانوں کی سوچ اور طلب کا رُخ ایک ایسے مبداء عالم Origin of Universe کی طرف موڑنا ہے کہ جس کی طرف سے کائنات کی ہر چیز ہے [انا للہ] اور جس کی طرف کائنات کی ہر چیز واپس گامزن ہے[و انا الیہ راجعون]۔ مقالہ نگار کے خیال میں لوگوں کو دین مبین اسلام کی بنیاد اور اُس ماڈل پر جسے خود پیغمبر اکرم ﷺ سے [بطور اسوہ] لیا جا سکتا ہے، اخلاقیات کا پابند بنانا اور ایک ایسے سماج کی تشکیل کہ جس میں عدالت، آزادی، انفرادی اور اجتماعی تشخص Identity کی پاسداری، انسان کے مقام و مرتبہ اور انسانی

حقوق کا خیال رکھنے ، نیز قدرت اور مسالمت آمیز ہمزیستی Co-existence کی تجلی نظر آئے اور اس سماج میں یہ معیارات واضح نظر آئیں، درحقیقت، آنحضرت ﷺ جیسے عظیم الشان پیغمبر کی مختلف مہمات سے پُر زندگی کے وہ اہم ترین راہ ہائے حل Solutions اور بلیغ ترین مساعی ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے معاصر سماج کو اُن مشکلات سے نکالنے کے لئے جن میں وہ مبتلا تھا، انجام دیں۔ آپ کے عصر کا سماج ، ایک ایسا سماج تھا جو ایک طرف متعدد جنگوں اور بہت زیادہ اختلاف کی فضا میں زندگی گزار رہا تھا، تو دوسری طرف اس سماج میں بسنے والے افراد جاہلیت کی ابتدائی زندگی اور بیہودہ اور بوسیدہ سماجی رسوم و رواج کے بندھن میں جکڑے ہوئے تھے۔

یہاں ایک انتہائی اہم نکتہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے عصرِ جاہلیت کے سماج کو اِس دلدل سے نکالنے کے لئے جو تین راہِ حل پیش کیے وہ موجودہ دَور میں بھی کارآمد ہیں؛ کیونکہ انسانی معاشروں، بالخصوص مسلمان معاشروں کی تاریخ اور زندگی کی حرکت کی جہت یہ بتاتی ہے کہ اگر وہ آپ ﷺ کے پیش کردہ راہِ حل کے پابند ہوں اور ہنرمندی کے ساتھ انہیں Update بھی کرلیں تو یقینا درخشندہ نتائج حاصل کر پائیں گے۔ نیز یہ بات بھی اہم ہے کہ اگر ان تین موضوعات پر بخوبی تحقیق کی جائے، انہیں بیان کیا جائے اور انہیں نافذ کیا جائے تو اِس سے نبی کریم ﷺ کا راستہ اور منہج نمایاں ہوگا اور اسلامی نظریۂ حیات کی افادیت کی ترجمانی میں بہترین مدد ملے گی۔[1]

1) پہلا راہِ حل: توحید پرستی

بعثت کا زمانہ اور اس کے حالات

پیغمبر اسلام ﷺ اس پرآشوب دور میں مبعوث بہ رسالت ہوئے کہ جہاں دنیا جہالت کی مطلق تاریکی میں گم تھی۔ علم و روحانیت کا فقدان اور کامیابی کے راستے کی بندش، بنی نوع بشر کے لئے تکلیف دہ تھی۔ [عصر جاہلیت کی اس حالت کے حوالے سے] رہبر معظم انقلاب اسلامی فرماتے ہیں:

"اس وقت دنیا میں انسانی اقدار و احساسات مفقود تھے، سماجی عدالت نہیں تھی، نورِ علم اور علم کی جانب کوئی رغبت موجود نہیں تھی۔ اس زمانے میں یورپ حقیقتاً وحشیوں کی رہائش گاہ تھا۔ یعنی یورپ کے لوگ اپنے زمانے کے وحشی ترین اور بے علم ترین انسانوں میں سے تھے جہاں کسی طرح کے نور، علم اور معنویت کا کوئی وجود نہ تھا۔ خود رومی حکومت کے لوگ اپنی تمام تر عظمت کے باوجود شدید ضلالت و گمراہی کی زندگی گزار رہے تھے؛ معاشرے میں طبقہ بندی تھی، اخلاقی مفاسد عروج پر تھے، ظلم و جور کا دَور دورہ تھا، حاکم کے ہاتھوں میں بے مہار قدرت تھی۔ شاید آپ نے Sparta Case کے بارے میں سن رکھا ہو کہ جو روم میں غلاموں کے قیام کے بارے میں ہے۔ جب انسان اسے پڑھتا ہے تو بہت اچھی طرح سے جان لیتا ہے کہ اس زمانے میں روحانی، اخلاقی، علمی،

فکری اور معاشرتی لحاظ سے لوگوں کی زندگیوں پر قابل رحم صورتحال حاکم تھی۔ سورہ مبارکہ یاسین کی آیات ہیں:

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلاً أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ قَالُوا مَا أَنتُمْ إِلاَّ بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا أَنزَلَ الرَّحْمَن مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلاَّ تَكْذِبُونَ (13-15:36)

ترجمہ: "اور آپ اُن کے لئے ایک بستی (انطاکیہ) کے باشندوں کی مثال (حکایۃً) بیان کریں، جب اُن کے پاس کچھ پیغمبر آئے، جبکہ ہم نے اُن کی طرف (پہلے) دو (پیغمبر) بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے (ان کو) تیسرے (پیغمبر) کے ذریعے قوت بخشی، پھر اُن تینوں نے کہا: بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ (بستی والوں نے) کہا: تم تو محض ہماری طرح بشر ہو اور خدائے رحمان نے کچھ بھی نازل نہیں کیا، تم فقط جھوٹ بول رہے ہو۔"

یہ انطاکیہ کا واقعہ ہے جو رومی حکومت کا ایک شہر تھا جس میں پیغمبروں کے مقابلے میں لوگوں کا طرزِ تفکر دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالی دو پیغمبروں کو وہاں بھیجتا ہے کہ جو لوگوں میں جب جاتے ہیں تو ان کی طرف سے تکذیب، تمسخر، توہین اور لاپرواہی کا نشانہ بنتے ہیں۔ پھر اللہ تعالی ایک تیسرے نبی کو بھی بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کر سکیں۔ جبکہ لوگ تمام تر قساوتِ قلب، لاپرواہی اور لاعلمی کے ساتھ ان پیغمبروں کا مذاق اڑاتے ہیں اور آخر میں ان سے کہتے ہیں: قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ (18:36) یعنی: "(بستی والوں نے) کہا: ہمیں تم سے نحوست پہنچی ہے۔" ہم تو تمہارے وجود کو ہی برا شگون جانتے ہیں! تم پیغمبر، ہمارے معاشرے کے لیے بدبختی کا باعث ہو! چنانچہ یہ تین پیغمبر اس زمانے کے انطاکیہ کے معاشرے میں، جو رومی حکومت کی حدود میں تھا، کسی بھی طرح سے قبول نہیں کیے گئے۔

ملک ایران کی صورتحال بھی، جس کی حدود بہت وسیع تھیں، اس زمانے کے روم کی صورتحال سے اگر بدتر نہیں، تو بہتر بھی نہیں تھی۔ وہاں بھی مکمل جابرانہ حکومت کا نظام چل رہا تھا اور عام عوام کے لیے عمومی غربت، طبقہ بندی اور علم سیکھنے کے عدمِ امکان کا مشاہدہ کیا جا سکتا تھا۔ شاید آپ نے شاہنامۂ فردوسی میں اس موچی کی کہانی پڑھ رکھی ہو جو اس بات کی بہت زیادہ قیمت ادا کرنے کو تیار تھا کہ اس کے بیٹے کو صرف پڑھنے کی اجازت دے دی جائے لیکن اس وقت کے وڈیروں نے مخالفت کی اور اس بنا پر انکار کر دیا کہ اگر اس موچی کا بیٹا علم حاصل کرے تو صاحبِ علم ہو جائے گا اور مستقبل میں منشی اور دبیر بنے گا اور ہمارے بیٹوں کے ساتھ — کہ جو خود منشی و دبیر اور صاحبِ علم ہیں — مل بیٹھے گا اور اِس سے ہمارے بچوں کی توہین ہو گی! یہ اس معاشرے کا طرزِ تفکر تھا۔

ہندوستان بھی ایک قدیم تمدن اور پرانے ادیان سے بھرپور معاشرہ تھا لیکن رفتہ رفتہ صدیاں بیت جانے پر برہمن آئین بدترین صورتحال سے دوچار ہونے لگا۔ اسی دوران وہاں کئی نئے دین اور کئی نئی نبوّتیں آئیں۔ مثلاً جین مت اور بدھ مت، لیکن پھر یہ بھی زوال پذیر ہونے لگے اور وہاں بھی جہالت و ظلمت و تاریکی و گمراہی کی صورتحال، دنیا کے ان بڑے مقامات سے بھی زیادہ پسماندہ، بدتر اور خراب ہو گئی۔[2]

یورپی، ایرانی اور ہندوستانی معاشروں کی صورتحال کے حوالے سے کلی خدوخال بیان کرنے کے ساتھ ہی رہبر معظم نظام جمہوری اسلامی نے طلوعِ بعثت اور زمانہ پیغمبر خاتم ﷺ کے آغاز کو بھی موضوع بنایا ہے۔ وہ اس نکتے سے بھی غافل نہیں رہے کہ جزیرۃ العرب ــ یعنی وہ سرزمین کہ جہاں پیغمبر ﷺ نے اپنی تحریک کا آغاز کیا ــ کا بھی نقشہ کھینچیں تا کہ یہ بات واضح ہو سکے کہ ان کے ہم وطن لوگوں میں بھی، جو جغرافیائی لحاظ سے وہ پہلی جگہ تھی جہاں سے انہوںؐ نے اپنی رسالت کا آغاز کرنا تھا (جبکہ اس رسالت کی وسعت اس محدود علاقے میں ہی منحصر نہ تھی ۔ پیغمبر ﷺ تو اس لیے تشریف لائے تھے کہ تمام انسانیت کو ظلمت سے چھٹکارا دلائیں) ــ بے شمار مسائل پائے جاتے ہیں۔ جن میں سب سے پہلا مسئلہ لوگوں کی گفتار، کردار اور سوچ میں یکجہتی کا فقدان تھا۔

[اس حوالے سے رہبر انقلاب فرماتے ہیں]:

"جزیرۃ العرب میں نظریاتی وحدت موجود نہیں تھی۔ کچھ لوگ مشرک تھے؛ کچھ یہودی اور کچھ عیسائی تھے اور یہ باہمی کشمکش اور لڑنے جھگڑنے میں مصروف تھے؛ یہودی مشرکین کے ساتھ، مشرکین یہودیوں کے ساتھ اور یہ سب عیسائیوں کے ساتھ اور پھر خود مشرکین میں بھی بہت سے قبائلی اختلافات اور حتی کہ قبائلی اختلافات سے بھی زیادہ چھوٹے چھوٹے اختلافات کی آگ ت ہر وقت بھڑکتی رہتی تھی؛ یعنی مختلف جتھے اور گوناگوں گروہ ہمیشہ حالت جنگ میں رہتے۔"[3]

[آغاز بعثت میں بنی نوعِ بشر کا] دوسرا مسئلہ جو گذشتہ مسئلے کے درد اور تکلیف سے کہیں زیادہ دردناک تھا، جہالت کا درد اور علمی پسماندگی کا شکنجہ تھا اور ساتھ ساتھ اس علاقے کے لوگوں کی زندگیوں پر پڑنے والے داخلی ظلم کا سایہ اور طاغوتی قدرتوں کے حاوی ہو جانے کا دکھ بھی اس سے سِوا تھا۔

"جاہلیت کے اس معاشرے میں لوگوں میں کوئی معرفت نہیں تھی اور وہ گمراہی اور جہالت میں زندگی بسر کر رہے تھے[4]۔۔۔ غربت، لاعلمی، علمی پسماندگی اور داخلی مظالم اور طاغوتی طاقتوں کی حکومت اور اندرونی اختلافات وہ بلائیں تھیں کہ جنہوں نے اس زمانے میں جزیرۃ العرب میں رہنے والے لوگوں کی زندگیوں پر جہالت و تعصب کی حکومت قائم کر رکھی تھی۔[5]

اور [آغاز بعثت میں بنی نوعِ بشر کا] تیسرا مسئلہ بت پرستی کا رواج اور مکہ اور مسجد الحرام کے اندر اور باہر انسانوں کی

غلامی تھی۔

"اس زمانے میں جب کوئی مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام میں داخل ہوتا تھا تو سب سے پہلے اس کی نظر بتوں پر پڑتی تھی۔ مشرکین اور بتوں کے پیروکار اور پجاری ان کے سامنے سجدہ کرتے، چندے دیتے اور چڑھاوے چڑھاتے اور ... اس عالم میں اکثر معاشروں کی فکری بنیاد، بت پرستی اور انسانوں کی غلامی تھی۔"[6]

[آغاز بعثت میں بنی نوعِ بشر کا] چوتھا مسئلہ اُن اخلاقی اقدار کا فقدان تھا جنھیں انسانی معاشروں کی زندگی میں سب سے پائیدار سہارے کے طور پہچانا جاتا ہے مرسل اعظم آنحضرت ﷺ کے زمانے کا معاشرہ اِس سے بھی مکمل طور پر عاری تھا اور انسانی و الٰہی اخلاق سے خالی تھا۔[اخلاق کے بارے میں آپ آئندہ سطور میں مزید مطالعہ فرمائیں گے۔]

اب جبکہ معلوم ہو چکا کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت مغرب سے لے کر مشرق تک لوگ نسلی اختلافات، جہالت، بت پرستی، غلامی اور اخلاقیات کے فقدان کی آگ میں جل رہے تھے اور یوں گزر اوقات کر رہے تھے، سوال یہ تھا کہ اُن کے ان دکھوں کا حل اور چارہ کار کیا تھا؟ یہ چارہ کار کس کے ذمے اور کیسے ہونا تھا؟

توحید کی دعوت؛ حکیمانہ گفتار اور مدبرانہ کردار کے ساتھ

اس صورتحال میں، پیغمبر اکرم ﷺ اپنے گفتار و کردار کے ساتھ معاشرے کے میدان میں اترتے ہیں اور اس یقین پر ڈٹے رہتے ہیں کہ سب سے پہلے انسانوں کی سوچ اور نگاہ کو ان کی فطرت کے صحیح اور منطبق راستے پر گامزن کرنا ہوگا اور اس کے بعد ان کی زندگیوں کے دیگر موضوعات اور ذیلی امور کی جانب متوجہ ہونا ہوگا۔ اسی لیے ان کا سب سے پہلا اقدام، انسانوں کو توحید کے مدار میں حرکت میں لانا ہے اور ان کو اللہ تعالی کی ذاتِ بے بدیل اور مطلق قدرت اور نظامِ ہستی پر ایمان لانے کے لیے تیار کرنا ہے؛ کیونکہ [رہبر انقلاب کے بقول]:

"الٰہی ادیان، روحانی سیر و سلوک، پیغمبروں کی کوششوں اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی شہادتوں کا تمام تر ہدف یہی رہا ہے کہ انسان کو صراط مستقیم پر گامزن کیا جائے۔ یعنی انسان، اللہ کی جانب حرکت میں آئے، روحانی عروج اور انسانی کمال تک پہنچے۔۔۔[7] [اسی لیے] بعثت نبی اکرم ﷺ کا پہلا قدم، توحید کی دعوت تھا۔ توحید صرف ایک فلسفی اور فکری نظریہ نہیں، بلکہ انسانوں کے لیے زندگی گزارنے کا طریقہ ہے؛[یعنی] اللہ تعالی کو اپنی زندگی پر حاکم قرار دینا اور انسانی زندگی کے دامن کو مختلف طاقتوں کے ہاتھ سے چھڑوا دینا۔"[8]

پیغمبر گرامی ﷺ نے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا ہے کہ جو اللہ تعالی کی تبدیل نہ ہونے والے سنت کی مانند ہے اور جس کو گزشتہ انبیاء بھی اختیار کر چکے ہیں اور گویا اس طریقے کا کارآمد اور مؤثر ہونا اظہر من الشّمس امر ہے جس کے کارآمد ہونے کی ضمانت اللہ تعالی نے دی ہے۔ رہبر انقلاب اسلامی، حضرت آیت اللہ خامنہ ای اس بارے

میں فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ (36:16) ترجمہ: " اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ (لوگو) تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (یعنی شیطان اور بتوں کی اطاعت و پرستش) سے اجتناب کرو۔" توحید خالص، توحیدِ محض ہے۔ سورہ اعراف میں اور اسی طرح سورہ ہود میں بھی کئی قابلِ احترام پیغمبروں مثلا نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ اور دیگر انبیاءؑ کی زبانی اس طرح کہا گیا ہے کہ: يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ (7:65) یعنی: "اے میری قوم! اللہ تعالی کی پرستش کرو؛ کہ اُس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ہے۔" توحید، پیغمبروں کی بعثت کا سب سے پہلا مقصد ہے۔ البتہ آپ جانتے ہیں کہ توحید کا مطلب بھی صرف یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے ذہن میں یہ عقیدہ بٹھالے کہ اللہ ایک ہے اور دو نہیں ہیں؛ جی ہاں، یہ بھی ہے لیکن توحید کا ایک اہم معنی ہے اور وہ حاکمیت الٰہی کے معنی میں ہے؛ توحید کا مطلب عالمِ تشریع اور عالمِ تکوین ــ دونوں پر ــ اللہ کی مکمل حاکمیت ہے کہ جہاں امرِ الٰہی کو نافذ جاننا چاہیے؛ عالمِ تکوین میں بھی ــ عالم وجود کے تمام واقعات میں "لا حول و لا قوّہ الاّ باللہ" ــ اور عالمِ تشریع میں بھی؛ یہ تمام حوادث و واقعات، اللہ کی قدرتِ واحدہ کی وجہ سے ہیں۔[9]

لوگوں کو توحید کی دعوت دینا، صرف رسالتِ پیغمبر ﷺ کے علاقے کے لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں تھا۔ یہ وہ نکتہ ہے کہ جس کی طرف توجہ، قاری اور محقق کو پیغمبر ﷺ کی رسالت کے عالمگیر ہونے کی خبر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ دانا رہبر کہ جو اپنی رسالت کو پوری دنیا کی رسالت سمجھتے تھے، دیگر علاقوں کے سربراہوں اور باسیوں اور دیگر بڑی حکومتوں کو بھی توحید کی دعوت دیتے ہیں۔ انقلاب اسلامی کے رہبر اور بانی، امام خمینی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس موضوع کی جانب واضح اشارہ کیا ہے: "رسول اکرم ﷺ نے ــ جیسا کہ صحیح بخاری میں آپ ﷺ کا خط موجود ہے ــ مشرقی روم (بیزانس) کے سلطان] ہرقل [ہرقل یا ہراکلیوس (575 – 641م) کے نام جو خط لکھا تھا اور جس طرح کہ تاریخ میں موجود ہے، آپ نے چار حکومتوں کے نام چار خطوط مرقوم فرمائے: ایک ایران، ایک روم، ایک مصر اور ایک حبشہ اور میں نے بعینہ آپ کے خط کی ــ جیسا کہ مجھے یاد ہے ــ ترکی کے عجائب گھر میں زیارت کی ہے۔ یہ چار خط جو آپ نے مرقوم فرمائے ہیں، چاروں حکومتوں کو بھیجے گئے۔ ان سب خطوط کا مضمون ایک ہی ہے اور ان میں ان (حکمرانوں) کو اسلام اور توحید کی دعوت دی گئی ہے؛ پوری دنیا اور تمام حکومتوں تک اسلام کے حقائق کو پہنچانے کے لیے اور لوگوں کو اسلام کا ایسا تعارف کروانے کے لیے کہ جیسا وہ حقیقت میں ہے، یہ ایک مقدمہ اور پیش خیمہ ہے۔"[10]

تاریخ نے گواہی دی ہے کہ جزیرۃ العرب اور ہر اس سرزمین اور علاقے کے باسیوں کی سوچ میں تبدیلی رونما ہوئی تک پیغمبر اکرم ﷺ کی ندا پہنچی اور انہوں نے اسے اپنی روح میں اتارا، زیادہ دیر نہ گزری کہ وہ بت پرستی سے

خدا پرستی کی طرف، اختلاف سے وحدت کی طرف، جہالت سے علم کی طرف، بیہودہ جنگوں سے جہاد کی طرف، مارے جانے سے شہید ہونے کی طرف اور سستی سے جدّ و جہد کی طرف آئے اور ایک محدود جزیرہ نما علاقے سے گزر کر اسلام کو دوسری سرزمینوں تک بھی لے گئے اور اپنے زمانے کے تمام علوم میں، نظریاتی علوم سے لے کر عملی علوم تک، ریاضیات سے لے کر نجوم تک، فلسفے سے لے کر عرفان تک، کیمسٹری سے لے کر فزکس تک اور۔۔۔ علم و ہنر و طب و ادب کے ناموروں میں شمار ہونے لگے اور اس دن سے لے کر آج تک ان کے بیش بہا آثار سے انسانیت کئی فائدے حاصل کر چکی ہے۔[اس حوالے سے رہبر انقلاب کے عین الفاظ یہ ہیں]:

" اسلام اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کے انہی کاموں کی وجہ سے عرب کے اُمّی یعنی اَن پڑھ " هُوالّذی بعث فی الاُمّیّین" (62 :2) معاشرے میں اُس وقت کہ جب موجودہ یورپ کو علم و دانش کی کوئی خبر نہیں تھی، اَن پڑھ عرب معاشرے کی سب سے بڑی یونیورسٹیاں اور سب سے بڑے سائنسدان اور کئی فارابی و ابن سینا و محمد بن زکریا و ابوریحان۔۔۔ وجود میں آئے۔" [11]

2) دوسرا راہ حل:اخلاق محوری

انسانی معاشروں کی سوچ اور فکر کے راست اور سمت کی تعیین کے بعد[بنی نوع بشر کو اُن مسائل سے نجات دلانے کے لئے جن کا اوپر بیان گزر چکا ہے] اگلا قدم یہ ہے کہ مقصد کی جانب حرکت اور حرکت کی رفتار کیسی اور کس طرح ے سے ہ؟ آیا انسان کے لیے جائز ہے کہ ہدف تک پہنچنے کے لیے ہر حربے کو اپنے استعمال میں لائے، ہر بات کہہ ڈالے اور ہر کام کرلے؟

یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پیغمبر ﷺ معاشرے کو پیش آمدہ مشکلات سے نجات دلانے کے لیے ایک کارآمد ترین منصوبہ اور حربہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ منصوبہ اور حربہ نہ تو پیغمبر ﷺ کا مال و متاع ہے –کہ جو ان کے پاس تھا ہی نہیں اور وہ مال و دولت جمع کرنے والے بھی نہ تھے – اور نہ ہی ان کی فوجی، قومی اور قبائلی طاقت اور قوت تھی؛ بلکہ وہ چیز جس نے لوگوں کو آپ ﷺ کے گرد ایسی جاذبیت اور کشش کے ساتھ جمع کیا ہے کہ آپ ﷺ گویا لوگوں کے درمیان موتی کی طرح چمک رہے ہوں، بس ایک ہی چیز تھیاور وہ آپ ﷺ کا نرم اور کریمانہ اخلاق ہے؛ جس کے بارے قرآن فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ (159:3) ترجمہ: " (اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم طبع ہیں، اور اگر آپ تُندخُو (اور) سخت دل

ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے منتشر ہو کر بھاگ جاتے۔"
دلچسپ بات یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ پیغمبر ﷺ ایک قانونی اور روحانی شخصیت (Legal/Spiritual Person) کے طور پر جانے جائیں، آپ ﷺ بعثت سے قبل لوگوں کے درمیان اپنے "اخلاق" کی وجہ سے جانے جاتے تھے اور "محمّد امین" وہ لقب تھا جو جوانی سے ہی جزیرۃ العرب کے باسیوں کی زبان پر خصوصی طور پر آپ ﷺ کے لیے استعمال ہوتا تھا [محمّد بن جریر طبری نے نقل کیا ہے کہ اِس سے پہلے کہ پیغمبر ﷺ پر وحی نازل ہو، قریش آپ کو "امین" کہتے تھے۔][12] اور سیرت نبوی کے بڑے مصنفین اس بارے یوں رقمطراز ہیں: "پیغمبر ﷺ کی ذات میں نیک خصوصیات اس درجہ کمال تک پہنچ چکی تھیں کہ مکہ میں ان کے لیے "امین" کے سوا کوئی نام ہی نہ تھا۔"[13]

- **جزیرۃ العرب کے معاشرے کی اخلاقی و معنوی صورتحال**

معاشرے کی اخلاقی صورتحال کی بہتری کے لیے پیغمبر اکرم ﷺ نے جو اقدامات کیے اُن کی بہتر شناخت کے لیے سب سے پہلے آپ ﷺ کے زمانے کے معاشرے کی اخلاقی حالت کا جائزہ لینا ہو گا۔ رہبر معظّم انقلاب، اُس جاہلی معاشرے کی حالت بیان کرتے ہوئے حضرت امام علی علیہ السلام سے یہ مطلب نقل فرماتے ہیں:
"بعثتِ پیغمبر ﷺ کے زمانے کی صورتحال کے بارے میں کہ جس کے حوالے سے امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ [منجملہ دوسرے خطبے] میں دس سے زائد مقامات پر تصویر کشی کی ہے، اُسے جان کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کس طرح ایسی صورتحال میں انسان زندہ رہ سکتے تھے۔ لوگوں کی زندگیاں سراسر فتنوں کا شکار تھیں، ذہن ماؤف ہو چکے تھے، لوگوں کے لیے یقین کی ندیاں خشک ہو چکی تھیں ..."[14] پھر رہبر انقلاب خود اس معاشرے کی اخلاقی صورتحال کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"انسان اس زمانے میں اخلاقی لحاظ سے تنزلی کے آخری درجے پر تھے... وہ بُری طرح سے تعصّبات، توہمات اور خود غرضیوں میں جکڑے ہوئے تھے... پوری دنیا میں ایسی ہی صورتحال تھی۔"[15]
یہ بعثت نبوی ﷺ کے زمانے میں معاشرے کی اخلاقی بدحالی کا ایک مجموعی خاکہ تھا۔ ایسی پیچیدہ صورتحال میں پیغمبر ﷺ ایک کارآمد اور بہترین راہ حل پیش کرتے ہیں:

- **نیک گفتار، شائستہ کردار کے ذریعے لوگوں کو الٰہی اخلاق اپنانے کی دعوت دینا**

توحید کی جانب دعوت دیتے ہوئے پیغمبر اکرم ﷺ لوگوں کو [اس عقیدے کا] فکری طور پر قائل کرنے کے

در پے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر وہ ان کی سوچ کی معیار کو بلند کریں گے اور ان کے ذہنی سوالات کا مناسب اور عقلمندانہ جواب دیں گے تو لوگ خود بخود بت پرستی سے خداپرستی کی طرف آ جائیں گے؛ لیکن ابھی لوگوں کو فکری طور پر عقیدہ توحید کا «قائل کرنا» بے سود تھا؛ لوگ پہلے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحتوں کا نتیجہ عملی اور اعلانیہ طور پر خود انہی کے افعال میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اسی لیے وہ یہ جاننا اور لمس کرنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو "صبر" کی دعوت دے رہے ہیں اور لوگوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ معاف کرنے والے بنیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ایثار کی تعلیم دیتے ہیں اور ثابت قدمی کا درس پڑھاتے ہیں تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی ایسا کرتے ہیں یا نہیں؟

اب ایک طرف یہ لوگ ہیں کہ جو ان کو حوادثِ دہر کی کشاکش میں مبتلا کیے ہوئے ہیں اور دوسری طرف ان کے وہ دشمن ہیں کہ جو ان کو روزانہ کی بنا پر تکالیف میں مبتلا کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ لیکن جب دوست اور دشمن، سب نے یہ دیکھ لیا کہ تمام تر توہین و تحریف و ظلم و ناشکری کے مدمقابل آپ نے کسی نامناسب گفتار اور نامطلوب برتاو کا اظہار نہیں کیا[1] تو آپ کے اسی اخلاق نے ان کو آپ کا اور آپکے دین کا گرویدہ و وابستہ بنا دیا اور اللہ نے بھی آپ کے اخلاق و کردار کو «خُلق عظیم» کے ساتھ تعبیر کیا۔

پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعظمت اخلاق کے بارے میں ان گنت مطالب و تشریحات موجود ہیں؛ مثال کے طور پر تفسیر نمونہ میں حضرت آیۃ اللہ العظمی مکارم شیرازی (حفظہ اللہ) کے قلم سے بیان ہوا ہے کہ: "اللہ تعالی سورہ قلم کی آیت نمبر ۴ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توصیف میں بیان فرماتا ہے: وَ إِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظيم (4:68) ترجمہ: "اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم درجے پر فائز ہیں۔" ایسا اخلاق کہ جس کے بارے عقل بھی محوِ حیرت ہے؛ بے نظیر محبت و مہربانی، بے مثل اخلاص اور اپنائیت، ناقابل توصیف صبر، ثابت قدمی، برداشت اور ہمت۔ اگر آپ لوگوں کو اللہ کی بندگی اور عبادت کی دعوت دیتے ہیں تو خود سب سے بڑھ کر عبادت گزار ہیں اور اگر

1 ۔ تاریخ کے اوراق پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاہل دوستوں اور ہٹ دھرم دشمنوں کی بے وقوفانہ حرکتوں کی کئ داستانیں ثبت ہیں۔ منجملہ، اُس شخص کی داستان جو ہر دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر راکھ یا بھیڑ کا فضلہ ڈال دیتا، لیکن جب وہ مریض ہوا اور بستر گیر ہو گیا تو اُس نے دیکھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سرہانے اُس کی عیادت کے لئے تشریف فرما ہیں۔ قرآن نے بھی اس نکتہ کی یاددہانی کروائی ہے؛ جہاں ارشاد ہوتا ہے کہ: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا (63:24) یعنی: "اے مسلمانو! تم رسولؐ کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو۔" اِس آیت کی داستان یہ ہے کہ بعض مسلمان جو یا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت سے جاہل تھے یا آپ کے رفیع مقام و مرتبہ سے لاپرواہی کرتے تھے، جب آپ سے گفتگو کرتے تو گویا اپنے کسی ہم پایہ شخص سے بات کر رہے ہیں، لہٰذا آپ سے کہتے: "محمّد!" سورہ نور کی اِس آیت نے انہیں سمجھایا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام اور مقام و مرتبہ کو ملحوظِ خاطر رکھیں۔

بُرے کاموں سے روکتے ہیں تو خود سب سے پہلے ان کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔ آپ کو ستایا جاتا ہے لیکن آپ نصیحت کرتے ہیں! لوگ آپ کو برا بھلا کہتے ہیں اور آپ ان کے لیے دعا کرتے ہیں! آپ کو پتھر مارے جاتے ہیں اور گرم ریت آپ کے سر پر ڈالی جاتی ہے لیکن آپ ان کی ہدایت کے لیے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتے ہیں! جی ہاں، آپ ہی محبت اور احساسات کا مرکز اور رحمت کا سرچشمہ ہیں۔

«خُلق» مادہ «خلقت» سے ہے جس کے معنی وہ صفات ہیں کہ جو انسان سے جدا نہیں ہوتے اور انسان کی خلقت اور بناوٹ کی طرح ہوتے ہیں۔ کچھ مفسرین نے پیغمبر ﷺ کے خُلق عظیم کو "راہِ حق میں صبر، ایثار و سخاوت کی وسعت، دوستی اور رواداری، اللہ کی جانب دعوت دینے میں مسائل کا برداشت کرنے، عفو و درگزر، اللہ کی راہ میں جہاد اور حسد اور لالچ کو ترک کرنے» سے تفسیر کیا ہے۔۔۔"[16]

رہبر معظّم انقلاب اسلامی نے بھی پیغمبر ﷺ کے «خُلق عظیم» اور نیک اخلاق کے بارے میں کہ جو بعثت سے قبل آنحضرت ﷺ کے وجود میں اجاگر ہوا اور دن بہ دن نمو پاتا گیا، فرماتے ہیں:

"جب تک کوئی خود بلند ترین اخلاقی اقدار کا حامل نہ ہو تب تک اللہ تعالی اس عظیم اور نازک کام [= بعثت] کی ذمہ داری اسے نہیں سونپتا؛ اسی لیے بعثت کے ابتدائی دنوں میں اللہ تعالی پیغمبر ﷺ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے: إِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عظيم۔ اسی لیے بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے کہ جو جوانی میں تجارت میں مشغول تھے اور اس ذریعے سے انہوں نے بہت مال حاصل کیا تھا، اس سب کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔۔ اس زمانے میں کہ جو پیغمبر ﷺ کے تکامل اور نزول وحی سے پہلے کا زمانہ تھا—وہ زمانہ کہ جس میں وہ ابھی پیغمبر بھی نہ بنے تھے—پیغمبر ﷺ حرا کی پہاڑی سے اوپر چڑھتے اور اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے؛ آسمان، ستاروں، زمین، زمین پر موجود خلائق زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ ان سب میں اللہ کی نشانیاں دیکھتے اور حق کے لیے آپ کا خضوع اور اللہ کے اوامر و نواہی اور اللہ کے ارادے کے سامنے آپ کے خشوع میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور نیک اخلاق کی کلیاں آپ کے وجود میں دن بہ دن زیادہ کھلنے لگتیں۔"[17]

• اخلاقی اقدار کی تکمیل، بعثت کا ہدف

لوگوں کے الٰہی اخلاق کی طرف رجحان، اس پر ایمان اور اخلاقی مواعظ پر عمل، پیغمبر اکرم ﷺ کی بعثت کا مرکزی نقطہ ہے۔ یہ وہ مطلب ہے جو آپ ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے اور رہبر کے کلام میں اس کی بازگشت یوں ہوئی ہے: "متواتر اور معروف حدیث کی بناء پر خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بُعثت لاُتمّمَ مکارمَ الاخلاق۔ دنیا میں بعثت اس ہدف کے تحت ہوئی کہ انسان کی اخلاقی کرامتیں اور روحانی فضیلتیں رواج پائیں اور اپنے کمال تک پہنچیں۔"[18]

- **پیغمبر اکرم ﷺ کے اخلاق کی مسلمان معاشرہ پر عملی تأثیر**

مالک اشتر جو کہ ایک طاقت ور شخص اور حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے ایک کمانڈر تھے، جب اُن پر جب ایک دکاندار نے نے باسی سبزی کا کچھ کچرا پھینکا اور ان کا مذاق اڑایا تو آپ بغیر دکاندار کو کچھ سنائے، مسجد میں گئے اور اُس توہین کرنے والے دکاندار کے لئے مغفرت طلب کی۔[19] یہ داستان جو کہ امام علی علیہ السلام کے شیعہ کی حیثیت سے مالک اشتر کے عالی صبر اور فراوان حلم کی ایک اعلی مثال ہے، نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ رہبر معظم انقلاب اسلامی اپنی ایک تقریر میں ایک ایسے تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اس کی سند بھی بیان کرتے ہیں۔ یہ واقعہ حتیٰ کہ مسلمانوں کی مفتوح سرزمینوں میں عیسائیوں اور ذمیوں (اہل ذمہ) کے حقوق کی پاسداری پر توجہ کی علامت ہے۔ سوچ اور نگاہ کی یہ قسم اور مسلمانوں کا ان لوگوں کے ساتھ سلوک جو ان کے ہم مذہب بھی نہیں تھے، سچا اور نرم اخلاق ان کی حکومت میں رہنے والے عیسائیوں کے لئے بہت تعجب آور تھا۔ مسلمانوں کے ذاتی اخلاق اور ان کے حکومت کرنے کے انداز پر پیغمبر اکرم ﷺ کی تاثیر کا ایک اور نمونہ یہ ہے:

کتاب "اخراج" کا مولف ابویوسف کہتا ہے: جب اہل ذمہ۔ یعنی شامات کے ان باسیوں نے جو عیسائی تھے اور مسلمانوں کے زیر نگیں تھے۔ نے مشاہدہ کیا کہ مسلمان ان کی نسبت اپنے عہد و پیمان کے کتنے وفادار ہیں تو وہ رومیوں کے دشمن بن گئے اور وہ مسلمانوں کی آنکھوں اور کانوں کا سا کام کرنے لگے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد شہروں میں مسلمانوں کے موجود جاسوسوں کے ذریعے خبر ملی کہ رومی ان مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے روم کے شہروں اور دیہاتوں پر قبضہ جما لیا ہے تو اس وقت مسلمانوں کا کمانڈر ابو عبیدہ جراح تھا۔

ابو عبیدہ نے اُن شہروں میں جن کی آبادی عیسائیوں اور اہلِ ذمہ اور مغلوب اقوام پر مشتمل تھی، لیکن اُن شہروں کے حاکم مسلمان تھے کے نام ایک پیغام/عہد نامہ تقسیم کروایا اور حکم دیا کہ عوام سے تم نے جو خراج وصول کیا ہے، وہ واپس کر دو اور اُن سے کہہ دو کہ ہم تمہارا مال تمہیں واپس لوٹا رہے ہیں کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ رومیوں نے ہمارے خلاف ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے۔ تم جب ہمیں ٹیکس اور خراج دے رہے تھے تو تمہاری شرط یہ تھی کہ ہم تمہارا دفاع کریں گے۔ [لیکن] اب ہم تمہارا دفاع نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جب ہم تمہارا دفاع نہیں کر سکتے تو ہم نے اس مد میں تم سے جو مال وصول کیا ہے خود تمہیں واپس لوٹا رہے ہیں۔ تمہارے شہروں سے ہم باہر نکل کر جنگ لڑنے جا رہے ہیں۔ اگر ہم اِس جنگ میں فتحیاب ہو گئے تو ہمارے تمہارے درمیان پہلے جو معاہدہ تھا، باقی رہے گا۔

جب ان سے لیا گیا خراج اُن کو واپس کیا گیا تو وہی عیسائی جن کے شہروں پر مسلمانوں نے قبضہ کیا تھا کہنے لگے: خدا تمہیں واپس لوٹائے، خدا تمہیں رومیوں پر فتح عطا کرے۔ اگر تمہاری جگہ رومی ہوتے تو وہ نہ صرف ہمیں ہمارا مال نہ لوٹاتے، بلکہ ہمارے دیگر اموال بھی چھین لیتے۔"

3) تیسرا راہِ حل: اسلامی تمدن کی بنیاد ڈالنا

- **مکتب اسلام میں دین اور سیاست کا رابطہ**

لوگوں کی توحید اور اسلامی اخلاق کی طرف رغبت کا ایک اہم ترین عامل، حکومت ہے۔ حکومت کے پاس چونکہ ہارڈ، سافٹ وسائل موجود ہوتے ہیں لہٰذا وہ آسانی سے ایک جانب طاقت کے عنصر سے اور دوسری طرف ملائمت اور مہربانی کے عنصر سے، استفادہ کرکے اور لوگوں کی زندگی کو مزید بہتر اور آرام دہ بنانے کے ساتھ ساتھ ان کی خواہشات اور عقائد کی بھی حفاظت کرے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اپنی رسالت کے آغاز ہی سے اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے درپے تھے۔ لیکن یہ چیز ان مصلحت اندیشوں کو جو دین کو فقط مسجد، دینی محافل اور مجالس اور محض ذاتی گفتار و کردار میں دخیل دیکھنا چاہتے ہیں، پسند نہ آئی۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اسلام بلا سیاست کے نعرے کے داعی ہیں، وہی اسلام جس کے ساتھ استبداد گروں اور استعمار گروں کو کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہے، بلکہ اگر وہ ضروری سمجھیں تو اس کا ساتھ بھی دیتے ہیں۔ بہت سے ایسے ظالم حاکموں کی طرح کہ جو قرآن خوانی اور عزاداری کی محافل میں شریک ہوتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ گویا بڑے شریعت کے پابند ہیں۔

اس نوع کی سوچ کہ اسلام بغیر سیاست کے ہو، اتنی ہی پرانی ہے جتنی تاریخ بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانے سے لے کر پہلویوں کی حکومت اور حتی آج تک اور بعض عوام اور اہل فکر و مطالعہ خواص کے ہاں یہ سوچ پائی جاتی ہے۔

اسلامی جمہوریہ کے نظام کے بانی اور رہبر امام خمینی کے افکار پر ایک نظر ہمیں اس سوچ کی غلطی واضح کرتی ہے:

یہ ایک شیطانی چال ہے جس کی بنیاد بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانے میں رکھی گئی اور اس کے بعد جو بھی حکومت آئی اُس نے بھی اسی بات کی تائید کی اور اِس آخری زمانے میں جبکہ مشرق و مغرب پر اسلامی حکومتوں کے دروازے کھل چکے ہیں تو یہ بات اپنے عروج پر پہنچی ہوئی ہے کہ اسلام بندے اور خدا کے درمیان چند ذاتی مسائل کا نام ہے اور سیاست اسلام سے جدا ہے۔۔۔[20] خدا کی قسم! اسلام سراسر سیاست ہے۔۔۔[21] جتنی آیات و روایات سیاست کے باب میں آئی ہیں اتنی عبادت کے بارے میں نہیں۔۔۔[22] ہم سب جانتے ہیں اور ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ صدیوں سے مسلمان جو بھگت رہے ہیں، وہ مسلمانوں کی اسلام کے سیاسی اور سماجی مسائل سے غفلت کا

نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کو استعمار گروں اور استحصال کرنے والوں اور ان کے مشرق و مغرب زدہ ایجنٹوں نے محروم مسلمان عوام حتی کہ مسلمان علماء پر یہ نظریہ تھوپا ہے کہ انہوں نے یہ سوچ رکھا ہے اور اب بھی اسی گمان پر باقی ہیں کہ اسلام سیاست سے پاک ہے اور ایک مسلمان انسان کو سیاست میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔"[23]

اسلامی انقلاب کے رہبر نے بھی یہی روش اپنائی ہے۔آپ جو کہ ایک ایسے تجربہ کار دانشمند ہیں جنھوں نے سالہا سال تک سیاسی جدوجہد کی ہے، مطالعات کیے ہیں، اجرائی کام انجام دیے ہیں، سیاست کی دنیا کے سرد و گرم کو بخوبی سیکھا اور سکھلایا ہے، اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام اور سیاست کی آپس میں پیوستگی دینی، قرآنی اور نبوی تعلیمات کی کوکھ میں پوشیدہ ہے:

"اسلام کے بارے میں یہ دعویٰ بہت عجیب ہے کہ کوئی اسلام کو زندگی، سیاست، ملک کا نظم و نسق چلانے اور حکومت سے جدا سمجھے، اِن امور میں اسلام کی چھٹی کروائے اور اِن کے درمیان جدائی ڈالے۔[24]

وہ سیاست دان جو ہمیشہ اسلام کی سیاست سے جدائی کا راگ الاپتے ہیں اور دین کے وہ دعویدار جو ان کی مدد کو چڑھ دوڑتے ہیں اور یہی مدعا دہراتے ہیں، آیا کبھی انہوں نے قرآنی آیات، تاریخ اسلام اور شریعت کے احکام میں غور فرمایا ہے؟ آیا انہوں نے غور فرمایا ہے کہ اگر دین سیاست سے جدا ہے تو قرآن نے اتنے زیادہ سیاسی امور یعنی حکومت، قانون، زندگی کی صف آرائیاں، جنگ اور صلح، دوست اور دشمن کے تعین اور سیاست کے دیگر مظاہر، ان سب کو کیوں خدا، دین خدا اور خدا کے اولیاء کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے؟

آیا اسلامی جہاد جو کہ قرآن کی سینکڑوں آیات اور مسلمہ احادیث میں بیان ہوا ہے اور اعلیٰ ترین دینی فرائض میں شمار ہوتا ہے اور اُس کا ترک کرنا دنیا و آخرت کی ذلت اور بدبختی کا موجب ہے، کس چیز کو حاصل کرنے اور کن اقدار کے دفاع کے لئے واجب ہوا ہے؟ آیا پاکیزہ زندگی کہ جس کے حصول کے لئے جہاد کرنا چاہیے، غیر اللہ کی سرپرستی کے منحوس سائے میں زندگی گزارنے کے لئے ہے؟ اور اگر ایسا نہیں اور یہ اللہ تعالی کی حاکمیت کے حصول اور طاغوت کی سرپرستی سے نکلنے کے لئے ہے تو پھر دین اور دین کے متعین کردہ اہداف میں سیاست کے کردار اور قدر و قیمت کو کیسے کم قیمت تصور کیا جا سکتا ہے یا کیسے اس سے چشم پوشی کی جا سکتی ہے؟[25]

اب جب کہ اُن دلائل کی روشنی میں جو اسلامی جمہوریہ کے پیشواوں نے بیان کیے ہیں اور قرآن و احادیث کی عین عبارات اور تاریخ سے دلائل بیان کر دیے ہیں، دین اور سیاست کے تعلق کا لازمی ہونا ہمارے لئے واضح ہے تو یہ بات بدیہی نظر آتی ہے کہ دین اور سیاست کے پیوند کا پہلا نتیجہ اور ثمرہ پہلے قدم پر اسلامی سماج کی تشکیل ہوگا۔

- **اسلامی سماج اور تہذیب و تمدن کی بنیاد**

اگر پیغمبر اسلام ﷺ اسلامی عقائد اور بنیادوں پر سماج کے تشکیل کے درپے نہ ہوتے تو بلاشک اسلام اسی جزیرہ نما

علاقے میں خاموش رہ جاتا اور حتی کہ مکہ سے مدینہ تک بھی نہ پھیلتا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی فعالیت اور نظریات میں غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہ صرف ایک اسلامی سماج کی تشکیل کے درپے تھے بلکہ ایک وسیع افق کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ اسلامی تمدن کو وجود میں لانے کی فکر میں بھی تھے۔ یعنی آپ ایک طرف سے اسلام کو (جغرافیائی، ظاہری اور بیرونی حساب سے) مکہ و مدینہ کی جغرافیائی حدود سے بہت زیادہ وسیع تر علاقے میں پھیلانا چاہتے تھے اور دوسری طرف سے (باطنی، ایمانی اور اندرونی لحاظ سے)انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے قلوب اور اذہان و افکار اور انفرادی و سماجی اعمال میں اسلامی تہذیب، عقیدے اور سوچ کو کنکریٹ کرنے کے درپے تھے؛ ایک ایسا خواب جو بہت جلد مسلمانوں کے ہاتھوں اور ہمت سے عملی جامہ پہن سکا اور اس نے ایک طرف سے عالم کے مشرق و مغرب کو روم کی سلطنت اور اندلس کی سرزمینوں کو خود میں لپیٹ لیا اور دوسری طرف سے ہندوستان، چین اومشرقی دنیا کے تمدن کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور سب نے ایک ساتھ مسلمانوں کے قدموں کی آہٹ اور "«اشہد ان لا الہ الّا اللہ» و«اشہد انّ محمّداًرسول اللہ» کی صدا کو محسوس کیا اور سنا۔ اگر آج دنیا کے کونے کونے میں مسلمان پھیلے ہوئے ہیں، بعض جگہوں پر ایک قابل ذکر آبادی بھی ہیں اور اسلامی آئین اور رسومات کو زندہ رکھ سکتے ہیں –چاہے بعض علاقوں میں ان کے پاس حکومت نہ بھی ہو- تو یہ اُسی سوچ کے پیچھے چھپے ہوئے صدقے کی برکت سے ہے؛ وہ سوچ اور نظریہ کہ جو اسلام کو سماج کی تشکیل کے قَد کاٹھ اور اسلامی تمدن کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے، نہ کہ انفرادی اعمال کی حد و حدود میں اور سماج سے دُور، مساجد و امام بارگاہوں کے گوشوں میں۔

جمہوریہ اسلامی کے بانی، امام خمینی (رہ) نے اس نکتے پر اپنے بیانات میں بارہا توجہ فرمائی ہے اور ایک مخصوص تدبر کے ساتھ اپنے نظریات کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے بھی اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھنے پر زور دیا ہے اور اسی طرح دین مبین اسلام کے پھیلاؤ کو کشور کشائی کے طول میں فرض نہیں کیا اور اس دین کی تفسیر، روحانی ترقی اور انسانوں کے کمال کی منزل تک پہنچنے کے مترادف ہونے کے طور پر بیان کیا ہے۔

"اسلام کے آغاز سے لے کر اب تک اسلام میں جتنی منظّم تحریکیں تھیں اور وہ تمام چیزیں جو خلقت کی ابتداء سے انبیاء کے پاس موجود رہی ہیں اور اولیائے اسلام کے پاس تا آخر رہیں گی، اسلام کی معنویّات ہیں۔ حکومت کا قیام اسی لیے ہے۔۔۔[26] اسلام میں فتح کا حصول، ملک گیری کے لیے نہیں ہے۔ حکومت کے لیے ملک گیری اسلام کا حصہ نہیں ہے۔ فتح کا حصول اس لیے ہے کہ انسانوں کو، لوگوں کو کمال تک پہنچائے۔ اسلام کی فتوحات، دیگر طاقتوں کی فتوحات کی طرح نہیں ہیں۔"[27]

رہبر معظّم انقلاب اسلامی، حکومت کو اسلامی تشخص کو عمل میں لانے کے لیے ایک آلہ جانتے ہیں اور معاشرے اور حکومت کی بنیادوں کو برقرار رکھنے پر تاکید کرنے کے علاوہ حتیٰ کہ اسلامی تمدن کے بارے بھی کھل کر بیان فرماتے ہیں تا کہ یہ دکھا سکیں کہ اسلامی نظریے کی وسعت کس حد تک وسیع ہو سکتی ہے اور یہ فکر کہاں تک پرواز کر سکتی ہے:

"دین اگر طاقت کے ساتھ ہو تو پھیل سکتا ہے اور بسیط ہو سکتا ہے، دینی اہداف اور مقاصد کو حقیقت میں بدل سکتا ہے اور جن مقاصد کا نعرہ دین لگاتا رہا ہے، انہیں معاشرے کے اندر وجود میں بھی لا سکتا ہے۔ لیکن یہ سب طاقت کے بغیر ناممکن ہے اور صرف طاقت کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ مثال کے طور پر کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ معاشرتی عدالت کو نصیحت، وصیت، التماس اور تمنا کے ساتھ معاشرے کے اندر پیدا کیا جا سکتا ہے؟ کیا معاشرتی عدالت، ناانصافی کا خاتمہ، قانون میں مساوات کو مستقل بنانے کیلئے مدد کو پورے معاشرے اور پوری دنیا کی سطح پر بغیر قدرت و طاقت کے کسی دوسری صورت میں وجود میں لایا جا سکتا ہے؟" [28]

نبیّ اکرم ﷺ وہ ممتاز شخصیت تھے کہ جن کو اللہ نے پوری تاریخ بشریت کے لیے ایک ایسی عظیم تحریک کے لیے تیار کر رکھا تھا؛ لہٰذا ۲۳ سال کے عرصے میں وہ ایک ایسی تحریک چلانے میں کامیاب ہوگئے جو تمام تر رکاوٹوں اور تمام تر مشکلات کے باوجود آج تک تاریخ کو آگے بڑھاتی رہی اور یہاں تک پہنچا پائی ہے۔... اس دورانیے کے تیرہ سال مظلومیت کے عالم میں گزرے اور معدود افراد ہی تھے جو متعصب، اندھے دل اور جاہل دشمنوں کی پیدا کی گئی سخت ترین مشکلات میں ثابت قدم رہ سکے۔ مضبوط بنیادیں قائم کی گئیں تا کہ اسلامی معاشرہ اور سماج ان بنیادوں پر استوار ہو سکے۔ اس کے بعد اللہ نے ایسی صورتحال پیدا کی کہ پیغمبر ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور اس نظام اور معاشرے کو وجود میں لائیں اور اس سماج کو وجود میں لانے کے لیے منصوبہ بندی کریں۔ وہ تمام دورانیہ کہ جس میں پیغمبر اکرم ﷺ نے اس نظامِ نو کے لیے منصوبہ بندی کی، اس کی تشکیل کی، اس کو تیار کیا اور آگے بڑھایا، دس سال پر محیط ہے۔ دس سال اگرچہ بہت ہی کم عرصہ ہے لیکن اسی عرصے میں پیغمبر اکرم ﷺ نے اس پودے کو کاشت کیا، اس کی آبیاری کی اور اس کے رشد اور نشو و نما کا سامان فراہم کیا؛ آپ ایک ایسی تحریک کو وجود میں لا پائے جس نے ایک سماج کو جنم دیا۔ یہ سماج، انسانی سماج کی بلندترین چوٹی پر اپنے موزوں ترین دورانیے میں وجود میں آیا۔ یعنی تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں جبکہ اس وقت پوری دنیا میں سابقہ تمام تر معاشروں، طاقتور حکومتوں اور گوناگوں تاریخی وراثتوں کے باوجود کوئی بھی سماج، اسلامی سماج کی عظمت و رونق جیسا نہیں دیکھا گیا؛ یہ اسلام کا ہنر ہے۔" [29]

نتیجہ

پیغمبر گرامی اسلام حضرت محمد ابن عبداللہ ﷺ کے بارے میں رہبر معظم انقلاب اسلامی، حضرت آیت اللہ

العظمی خامنہ ای مدظلہ کی تقاریر اور خطوط کے مجموعے کے حوالے سے مطالعہ اور تحقیق اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں نسبتاایک جامع تجزیہ و تحلیل پیش کیا ہے۔ لیکن ان سب میں توحید پرستی، اخلاق کی مرکزیت اور اسلامی سماج کے بنیاد کے یہی تین عناصر اس دور میں آنحضرت ﷺ کے بیانات میں سے تازہ ترین اجزاء کے طور پر نمایاں سمجھے جا سکتے ہیں اور ان کی وضاحت کرکے ان کو کارآمد اور موثر ہونے کی سطح تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ رہبر معظم نے مسئلہ توحید کو پیش کرکے در حقیقت عقیدتی پہلو، اخلاق کے موضوع کو بیان کرکے ثقافتی پہلو اور آخر میں معاشرے کی بنیاد کے تصور کا تعارف کروا کر سیاسی پہلو کی جانب اپنے قاری اور سامع کو متوجہ کرتے ہیں اور یہ تین اجزاء (عقیدتی، ثقافتی، سیاسی) ہمیشہ سے ہی اسلامی معاشرے کے لیے فکری اور اجتماعی نظام کے اہم اور فیصلہ کن ثابت ہوئے ہیں اور اس معاشرے کی زندگی پر حیرت انگیز اثرات ڈالتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ، بلاشبہ یہ تعلیماتِ نبوی غیر مسلموں کے لیے بھی اہم اور موثر ہو سکتی ہیں کیونکہ پیغمبر ﷺ کا درس اور پیغام تمام عالم کے لیے ہے۔ صرف ذاتی یا جغرافیائی نہیں ہے۔

مایه‌بخش هر دو عالم نور اوست		بر جهان و جان، مقدّم نور اوست

نوشداروی همه دلها از اوست		حلّ و عقد کلّ مشکل‌ها از اوست[30]

*****

References

1۔ چونکہ اس مقالہ میں رہبر معظم انقلاب اسلامی کی کافی زیادہ تقریروں اور تحریروں کا حوالہ دیا گیا ہے، لہٰذا ایسے تمام حوالہ جات کو مختصر طور پر "بیانات در۔۔۔" کے عنوان سے نقل کیا گیا ہے۔ ضمناً رہبر انقلاب کی تقریروں کا مکمل متن درج ذیل ویب سائٹ پر ڈھونڈا اور پڑھا جاسکتا ہے:

https://khamenei.ir/

2۔ بیانات در ستاد مرکزی سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی؛ 1367/7/17۔

3۔ بیانات در نهمین گردهمایی سراسری ائمّہ ی جمعہ؛ 1372/6/28۔

4۔ خطبہ ہای نماز جمعہ تہران؛ 1377/2/18۔

5۔ بیانات در دیدار کارگزاران نظام جمہوری اسلامی؛ 1370/11/13۔

6۔ بیانات در دیدار طلّاب مدرسہ ی حقّانی؛ 1377/10/27۔

7۔ بیانات در دیدار دانش آموزان و دانشجویان؛ 1374/8/10۔

8۔ بیانات در دیدار کارگزاران نظام جمہوری اسلامی؛ 1382/7/2۔
9۔ بیانات در سالروز عید سعید مبعث؛ 1399/12/21۔
10۔ روح اللہ، امام خمینیؒ، (1378ق)، ج2، 29و30۔
11۔ روشنايي علم، 1396: 53و54 (بیانات در دیدار جمعی از مسئولان و مردم؛ 1369/7/4).
12۔ طبری، 1378ق، ج2، 290۔
13۔ ابن سعد، ج1: 156۔
14۔ بیانات در جمع پاسداران ستاد مرکزی سپاہ؛ 1367/7/17۔
15۔ بیانات در دیدار قشرہای مختلف مردم؛ 1372/6/14۔
16۔ مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ج24، 379۔
17۔ بیانات در دیدار کارگزاران نظام جمہوری اسلامی و میہمانان کنفرانس وحدت اسلامی؛ 1385/5/31۔
18۔ ایضاً۔
19. www.wiki.ahlolbait.com (19/8/1401- 14:50)
20۔ روح اللہ، امام خمینیؒ، (1378ق)، ج16، 232۔
21۔ ایضاً، ج1، 119۔
22۔ ایضاً، ج5، 21۔
23۔ ایضاً، ج17، 88۔
24۔ بیانات در دیدار کارگزاران نظام؛ 1375/9/19۔
25۔ پیام بہ حجاج بیت اللہ الحرام؛ 1368/4/14۔
26۔ امام خمینیؒ، 1378 AD.، ج20، 298۔
27۔ ایضاً، ج8، 268۔
28۔ بیانات در دیدار کارگزاران نظام جمہوری اسلامی ایران؛ 1375/9/19۔
29۔ بیانات در دیدار مسئولان نظام جمہوری اسلامی ایران؛ 1390/4/9۔
30۔ عطّار نیشابوری:
www.balagh.ir (15/8/1401-19:40)